اسلامی تعلیم اور دعوتِ دین میں فنونِ لطیفہ کا استعمال

(افادیت اور اصول وضوابط)

ذوبیہ کوثر*

محیّ الدّین ہاشمی**

Abstract

Fine Arts are a source of aesthetic tastes that create beauty, proportion, relief and happiness in life. It is, in fact, the interpretation of man's tastes of beauty which he has been instructed by nature. From the beginning of human history these arts have been present in different shapes in every civilization and society. Muslims not only encouraged the arts but also played an important role in promoting the Islamic concept of Beauty and Excellence and used them in such a way that kept them from being mutilated or inferior. Muslims have given new dimensions to calligraphy, architecture, decoration, art and music and provided valuable services in these fields. That is why in the past Muslims used these arts very well in the preaching and invitation of Islam. But in near past, the concept of these arts has been mixed in the minds of Muslims of the world. Due to passage of time and lack of awareness of religion, Muslims in some respect become deviant, due to which the concept of Islamic arts has become confused in the minds of common people.It is necessary to find out that modern forms of fine arts can be used for Islamic teaching and Dawah within what rules and regulations. This article discuss how the Fine arts can soothe a person’s emotions and how usefulit can be in mental evolution, so that the general public is aware of their rationale of use for Islamic education and Dawah in the light of modern requirements and the methods of Dawah based on modern lines.

Keywords. Fine Arts, Islamic education and Dawah, Islamic concept of Fine Arts, Islamic concept of Beauty and Excellence.

تخلیقِ آدمؑ سے ہی انسان علم کی اہمیّت سے آشنا رہا ہے۔ انسانی زندگی کے اوراد و ظائف کی بجا آوری میں علم کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ تعلیم آگہی دیتی ہے اور احساس وشعور کو نکھارتی ہے۔ ایک باشعور فرد ہی ریاست کے لیے کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔

* پی ایچ ڈی سکالر، عربی وعلومِ اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

** ڈین کلیہ عربی وعلومِ اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

یہ شعور تعلیم وتربیت کے امتزاج سے تشکیل پاتا ہے جو معاشرے کی انفرادی اور اجتماعی اصلاح کی بنیاد بنتا ہے۔ فنونِ لطیفہ جمالیاتی حِس کے اظہار کے ایسے ذرائع ہیں جو نہ صرف انسان کے طبعی ذوق کی تسکین کرتے ہیں بلکہ تعلیم اور تعلّم میں بھی مؤثر ثابت ہوتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں فُنونِ لطیفہ کی جدید صورتوں کو تعلیم اور تربیّت کے میدان میں استعمال کیاجارہاہے جبکہ مسلمانوں کے ہاں اِن جدید صورتوں کے جواز یاعدم جواز کاقضیہ ابھی تک حل طلب ہے۔ اسلام نے انسانی فطرت کے تقاضوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اور ان فنون کی اثر انگیزی کے پیشِ نظر، اِن کے مثبت استعمال کی حوصلہ افزائی کی ہے۔اس مقصد کے لیے اسلام کے تصور فن اور ان فنون کے اثرات سے آگاہی ضروری ہے۔

اسلام میں تعلیم اور دعوتِ دین کا تصوّر:

تعلیم مصدر ہے جس کا مادّہ علم ہے۔اس کی ضِد جہل ہے۔ علم کے معنی کسی چیز کا جاننا اور ادراک کرنا ہے جبکہ لُغت کی رُو سے تعلیم کا معنی معلوم کرنا، جاننا، معلومات بہم پہنچانا، علم سے مستفید کرنا ہے۔[1] تفہیم، ہدایت، تہذیب،[2] سِکھانا، بتانا، تلقین، تربیّت[3] اس کے دیگر معنی ہیں۔"اصطلاحاً علم کے معنی کسی بات کو ٹھیک ٹھیک جان لینے اور یقین کرنے کے ہیں یعنی شک اور گُمان سے نکل کر حقیقت کو معلوم کرنے کا نام علم ہے۔"[4] گویا علم محسوس کیا جانے والا ایسا تجربہ ہے جو قابلِ ثبوت اور یقینی ہو۔ قرآن میں اسے "العلم" کے نام سے تعبیر کیا گیاہے۔ حقیقی علم یعنی العلم وہ ہے جو براہِ راست پیغمبر کو وحی کے ذریعے دیا جاتا ہے اور دوسرے لوگوں تک رسولوں کے ذریعے پہنچتاہے۔[5] علم حاصل کرنے کے عمل کو تعلیم کہا جاتا ہے۔اُردُو انسائیکلوپیڈیا کے مطابق "تعلیم سے مراد وہ تمام اثرات ہیں جو کسی قوم کے بالغ افراد اپنی نئی نسل میں اس غرض سے پیدا کریں کہ قوم کے بچے صحیح طور پر نشوونما حاصل کر سکیں۔"[6]۔ایسا عمل جس کے

---

[1] صدیقی ، مشتاق رحمان، **تعلیم وتدریس**،(اسلام آباد: پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن، س۔ن)،۱۹

[2] فیروز الدین، مولوی، **فیروز اللغات**،(لاہور: فیروز سنز،۱۹۶۰ء)،۳۶

[3] راغب اصفہانی،ابی القاسم الحسین بن محمد،**المفردات فی غریب القرآن**،ترجمہ وحواشی: محمد عبدہ،(لاہور: المکتبہ القاسمیہ،س۔ن)،۶۳۵

[4] علی، سید وقار، علم کا قرآنی تصور،**اساسیات تعلیم اسلامی تناظر میں**،مرتب :ڈاکٹر میر محمد سعید،(لاہور: ادارہ تحقیقاتِ تعلیمی)،۴۵

[5] احمد، سید مسعود، **قرآن کا تصور علم**،(علی گڑھ: سہ ماہی تحقیقات اسلامی ، ش ۴، ۱۹۸۶)،۵: ۸۴

[6] اُردُو انسائیکلوپیڈیا،(لاہور:فیروز سنز، کلمہ ع)،۴۵۱

ذریعے ایک قوم خود آگہی حاصل کرتی ہے، تعلیم کہلاتا ہے۔ یہ عمل اس قوم کو تشکیل دینے والے افراد کے احساس و شعور کو نکھارنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔[7] اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو قسم کے علوم سے نوازا ہے۔

۱۔ جبلّی یا وحی۔ وہ علوم جو براہِ راست اللہ کی طرف سے انسان تک آتے ہیں اور اس میں انسان کے ارادے کا دخل نہیں ہوتا۔

۲۔ شعوری یا کسبی۔ وہ علوم جو حواسِ خمسہ یا آلات کی مدد سے عقل و شعور کے تعامل اور محنت و مشقت کے بقدر ملتے ہیں۔

اسلام کے نقطہ نظر سے علم حقیقت سے آگاہی کا نام ہے اور علم کا منبع و سرچشمہ اللہ کی ذات ہے۔ قرآن کریم کے نزدیک علم وہی ہے جو انسان کو اللہ سے جوڑے، انسان کے مقام اور حیثیت کا دراک پیدا کرے اور انسان میں اللہ کی معرف اور خوف کا ذریعہ بنے۔ اس لحاظ سے اگر ایک ان پڑھ شخص معرفت الٰہی رکھتا ہے تو وہ شخص عالم ہے۔ شاہ ولی اللہ نے اس بات کو "تعلیم "کے حوالے سے یوں بیان کیا ہے کہ" تعلیم کا مقصد معرفت الٰہی پیدا کرنا ہے۔ قرآن کے نزدیک علم حقیقت الٰہیہ کا ادراک و شعور ہے"۔ اس بات کی تائید ارشادِ ربانی سے ہوتی ہے کہ:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ[8]

"خُدا شاہد ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور فرشتے اور صاحبان علم اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ انصاف کے ساتھ قائم ہے، نہیں ہے کوئی اِلٰہ سوائے اس کے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔"

اسلام کے واضح کردہ تصورِ علم کی مدد سے اسلام کے درست تصورِ تعلیم سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اسلامی تناظر میں تعلیم جسم، ذہن، اور روح کی متوازن صحت اور نشوونما کا نام ہے۔ چنانچہ تعلیم انسان کو عمدہ اخلاق سے مزین کر کے فلاح و سعادت کے راستے پر لے جانے کا باعث ہونی چاہیے۔ اسلامی تصورِ تعلیم کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

۱۔ اس ساری کائنات کا خالق اور مالک ایک خُدائے بُزرگ و برتر ہے اور انسان اس دُنیا میں اُس کا نائب اور خلیفہ ہے۔

۲۔ انبیاءؑ کے ذریعے اللہ نے علمِ وحی کو انسان تک پہنچایا جو سب سے برتر ذریعہ ہے۔ جبکہ انسان کو حواس، تجربہ، مشاہدہ، قیاس، وجدان جیسے دیگر ذرائع علم بھی عطا کیے تا کہ وہ ہر طرح کے علم سے مزیّن ہو سکے۔

۳۔ انسان کا سب سے اہم مقصد رضائے الٰہی کا حُصول ہے جس کو وہ علمِ وحی اور علمِ کسبی کے ذریعے جان سکتا

---

[7] احمد ،خورشید، **اسلامی نظریہ حیات**، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ،(کراچی: کراچی یونیورسٹی،۱۹۹۳)،۴۲۱

[8] آل عمران:۱۸

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے دینِ اسلام کو پسند کیا ہے جس کو اپنا کر وہ رضائے اِلٰہی حاصل کر سکتا ہے۔ انسان کو بطورِ مسلمان اپنے دینی فرائض قرآن و سُنّت کی روشنی میں ادا کرتے ہوئے عارضی زندگی کو اپنے اور دوسروں کے لیے آسان وخوبصورت بنانا ہے۔

۴۔ اسلامی معاشرہ اور تہذیب و تمدّن کی بُنیاد اسلامی اُصولوں پر قائم ہے جس کی بُنیاد کلمہ ءطیّبہ ہے۔ اسلامی معاشرے کے علیحدہ تشخص کو برقرار رکھنے کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اسلامی قوانین کا نفاذ اسلامی ریاست کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔

دعوت دین کا مفہوم اور اہمیّت:

لغت میں دعوت، دعیٰ، یدعوا، دعوۃ سے مصدر ہے جس کا اطلاق دعوت اور اذان پر کیا جاتا ہے۔ اصطلاحاً دعوتِ دین، کسی مذہب، نقطہ ءنظر یا دین کی طرف دی جانے والی دعوت کو کہا جاتا ہے۔ خیر و بھلائی کے کاموں کی طرف بلانے، نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے کے لیے دعوتِ دین کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ دعوت الیٰ اللہ کے الفاظ بھی اسی مفہوم کے لیے استعمال ہوتے ہیں یعنی اللہ کے کلمے، اس کے پیغام اور دین کی طرف دعوت دینا۔ گویا "خیر و بھلائی سرانجام دینے، بُرائی سے اجتناب کرنے، فضائلِ اخلاق سے محبت اور بُرے اخلاق سے نفرت، حق کی پیروی اور باطل سے دوری اختیار کرنے کی ترغیب دینا دعوت کہلاتا ہے۔"[9]

دین اسلام پر ایمان لانے والے تمام لوگوں پر اوّلین فرائض میں سے یہ ایک اہم فریضہ ہے کہ وہ جس دین پر ایمان لائے ہیں، اس دین کی ترویج و تبلیغ کے لیے بھی اپنا کردار ادا کریں۔ قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر دعوت دین کی ضرورت اور اہمیّت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔

وَادعُ اِلیٰ رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ المُشرِكِينَ [10]

"اپنے رب کی طرف دعوت دو اور مشرکین میں سے مت ہو۔"

اُمت مسلمہ میں سے ایک گروہ کا ہمہ وقت دعوتِ دین میں مصروفِ عمل رہنا فرضِ کفایہ قرار دیا گیا ہے۔

وَالتَكُن مِّنكُم اُمَّةٌ يَّدعُونَ اِلَى الخَيرِ وَيَامُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَيَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ [11]

---

[9] حمید اللہ، محمد، دعوۃ ارشاد، (لاہور: پنجاب یونیورسٹی اسلامک سنٹر، ۲۰۰۷)، ۹

[10] القصص، ۸۷

"تم میں سے کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہییں جو نیکی کی طرف بُلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔"

گویا خیرِ اُمّت بننے کے لیے ذاتی اور انفرادی اصلاح کے ساتھ ساتھ اجتماعی اصلاح اور دعوت و نصیحت کے طریق پر کاربند رہنا لازمی ہے۔

اگر تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو اسلام کی اشاعت میں اس کے سادہ عقائد اور مسلمانوں کے اعلیٰ اخلاق کے ساتھ اُن کے ذوقِ تبلیغ کو نمایاں مقام حاصل رہا ہے۔ مسلمانوں نے میدانِ جنگ، ریگستانوں، قید خانوں، حکومتوں کے ایوانوں، غرض ہر مقام پر یہ مقدّس فریضہ سرانجام دیا۔ اس میدان میں خواتین بھی کسی سے پیچھے نہ رہیں۔ خاص طور پر صوفیائے کرام اور اولیاء عظّام کی شبانہ روز مساعی سے اسلام بہت کم مدّت میں دنیا کے کونے کونے میں پھیل گیا جو اس بات کا اظہار ہے کہ اسلام کی اصل قوّت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں پوشیدہ ہے۔

دعوتِ دین کا اسلوب اور داعی کی ذمہ داریاں:

دعوت الیٰ اللہ کے اسلوب کے ضمن میں اللہ رب العزت نے سورۃ النحل کی آیت ۱۲۵ میں انتہائی خوبصورتی کے ساتھ وضاحت کی ہے۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِىْ هِىَ أَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيْلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ[12]

"اے پیغمبر! لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ۔ اور بہت ہی اچھے طریق سے اُن سے مناظرہ کرو۔ جو اسکے رستے سے بھٹک گیا تمہارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں اُن سے بھی خوب واقف ہے۔"

اس آیتِ کریمہ سے ہمیں دعوت کے تین اُسلوب ملتے ہیں:

۱۔ حکمت ۲۔ مواعظ حسنہ ۳۔ جدال بالاحسن

---

[11] آل عمران: ۱۰۴

[12] النحل: ۱۲۵

دعوت و تبلیغ کے کام میں بسااوقات صرف وعظ و نصیحت سے کام لیا جاتا ہے اور مخاطب سے حکمت کے ساتھ نبرد آزما ہوا جاتا ہے۔ مخاطب کے ذہن کو متوجہ کرنے اور اُسے قائل کرنے کے لیے واضح اور روشن دلائل دیے جاتے ہیں۔

دوسرا طریقہ مواعظ حسنہ کا ہے یعنی مخاطب کے لئے دل میں جذبہ خیر خواہی رکھتے ہوئے اسے اچھے انداز سے بھلائی کی بات کی دعوت دینا، اس کے جذبات کو نصیحت کے ذریعہ اُبھارنا، خوف خدا یاد دلا کر نیکی کی طرف راغب کرنا اور برائی سے بچنے کی ترغیب دینا۔ اس طریقے سے نرم دل افراد باآسانی قائل ہوسکتے ہیں جو زیادہ علمی مباحث میں پڑنے کے قائل نہیں ہوتے۔

تیسرا طریقہ جدال بالاحسن کا ہے جو عموماً ایسے افراد کے معاملے میں مؤثر ثابت ہوتا ہے جن کا مقصد دین کا فہم حاصل کرنے کے بجائے بحث برائے بحث ہوتا ہے اور جو داعی کو غلط ثابت کرنے کے لیے پہلے سے مفروضے اور غلط دلائل کا انبار لگائے بیٹھا ہوتا ہے۔ ایسے افراد کے ساتھ احسن طریقے سے مجادلہ کرنے کا حکم ہے یعنی غیر جذباتی ہو کر دلائل کے ساتھ مخالف کو جواب دیا جائے، صبر کا دامن تھام کر عمدہ انداز میں اس کے شکوک رفع کئے جائیں اور کسی بھی موڑ پر پُر تشدّد یا جذباتی انداز اختیار نہ کیا جائے۔ داعی بکریوں کے ریوڑ کا مالک نہیں جو سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکے بلکہ وہ ماہر نفسیات ہے جو ہر ایک کی نفسیات کے مطابق بات کرے۔ داعی کی ذمہ داری ہے کہ وہ درج ذیل اوصاف اپنائے۔

أ. داعی نرم خُو ہو، اس کے کلام میں، تقریر میں اور تحریر میں نرمی اور محبت ہو۔ اس کا اسلوبِ گفتگو نرم، شائستہ، حکیمانہ اور دلنشین ہو۔ داعی لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کرے، سختیاں پیدا نہ کرے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا"[13]

"لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرو، مشکلات نہ پیدا کرو، اور اُنہیں خوش خبری دو اور متنفر نہ کرو۔"

دعوت کا آغاز سہل طریقے سے کرے، دین کو آسان بنا کر پیش کرے، لوگوں کو خوشخبری دے، نیک اعمال پر بشارت سنائے اور ابتدا ہی میں اسے سزا کا تصور دے کر دین سے برگشتہ نہ کرے۔ مشکل پیرائے اور فصاحت و بلاغت

[13] القشیری، مسلم بن الحجاج ابو الحسن، المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل الی رسول اللہ ﷺ المحقق: محمد فؤاد الباقی، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، کتاب الجہاد، جز۳)، حدیث:۱۳۵۹، ۱۳۵۸

سے مزین گفتگو یا بے سر و پا قصے اور عام انسانوں کی سمجھ سے بالاتر بات نہ کرے بلکہ ایسا انداز اپنائے کہ اس کی ہر بات سمجھی جاسکے۔ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرے کہ مخاطب کے ذہن میں ہر بات بیٹھ جائے۔ بار بار وعظ و نصیحت نہ کرے کیونکہ اس سے انسان اُکتا جاتا ہے۔ اس وقت بات کرے جب موقع محل ہو اور لوگ اس بات پر آمادہ ہوں۔ جب دیکھے کہ لوگ اُکتا رہے ہیں تو گفتگو کو مہارت سے سمیٹ لے۔

ب. داعی کو ہر طبقے کے مسائل، ضروریات اور طرز زندگی کو سمجھ کر دعوت دینی چاہئے۔ ابتداً ایسے افراد سے کرنی چاہیے جن کے قلوب پہلے سے قدرے نرم ہیں اور وہ دین کے راستے پر چلنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اسی طرح صاحب اقتدار یا کسی بڑے منصب پر فائز افراد جن کی زندگیاں اپنے سے نیچے افراد کی زندگیوں پر اثر انداز ہوتی ہیں، پر دعوت حق کا خصوصی کام ہونا چاہیے۔ ایسے کسی ایک فرد کے راہ راست پر آنے سے اس کے ماتحت کئی افراد پر اثر پڑے گا۔ جناب نبی کریم ﷺ سرداران قریش کو دعوت اور تبلیغ پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔

ج. ہر دور کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں جن کو اس دور کے وسائل اور ذرائع کی مدد سے پورا کیا جاتا ہے۔ اگر داعی حالات حاضرہ سے آگاہی رکھتا ہو گا تو وہ جدید دور کے تقاضوں کو سمجھ کر اپنے دور کے مطابق زیادہ بہتر کام کر سکے گا جیسا کہ پچھلی صدی میں پرنٹ میڈیا یعنی تحریر زیادہ مؤثر ذریعہ ابلاغ تھا۔ آج الیکٹرونک اور سوشل میڈیا کا دور ہے۔ داعی آج کے تقاضوں کے مطابق اپنے دعوتی پروگرام کو مرتب کرے اور ان جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے اللہ کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچائے۔

فنونِ لطیفہ کا تعارف:

فن کو عام طور پر آرٹ کہا جاتا ہے اور اس کے لیے عربی میں زخرف یا صناعہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ فن جمع فنون کے معانی، ہنر، آرٹ، صنعت، طریقہ کار، علم کا کوئی شعبہ [14]، گن، کرتب، دھوکا، فریب [15]، کوئی خاص علم [16]، مکر و فریب [17]، مزین کرنا [18] ملتے ہیں۔ فارسی کی قدیم کتب میں فن کا لفظ جدید معنوں یعنی آرٹ اور ہنر جبکہ فن کے الفاظ

---

[14] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، (لاہور: دانش گاہ پنجاب، س۔ن)، ۱۵: ۴۹۱

[15] حسن اللغات، جامعہ اردو اورینٹل بک سوسائٹی، (لاہور: گنپت روڈ، س۔ن)، ۶۳۰

[16] ایضاً، ۴۹۲، ۴۹۱

[17] مولوی، فیروزالدین، **فیروز اللغات اردو**، لفظ فن، ۵۰۶، ۵۰۵

[18] بلیلاوی، عبدالحفیظ، ابو الفضل، **مصباح اللغات**، مکمّل عربی اُردو ڈکشنری، (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۱۹۹۹ء)، ۶۱۸

عمارت گری، نقاشی، تذہیب اور مصوری کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔[19] انگریزی میں فن یعنی آرٹ کسی نظریے اور تخلیق کے مادی اظہار کو کہتے ہیں اور اس سے مراد پیشہ یاہُنر لی جاتی ہے۔

"Art is producing something beautiful especially by painting, drawing and a skill."[20]

مختصراً فنون لطیفہ انسان کی جمالیاتی حس کے اظہار کا ذریعہ ہوتے ہیں جن کی مدد سے وہ اپنی مہارت یا تخیل کو بیان کرتا ہے۔ گویا فن، کسی ہنر یامہارت کو کہاجاتاہے۔ جسے عام طور پر دوزمروں میں تقسیم کیاجاتاہے۔

اَ۔ **فنون مفیدہ:** وہ فن جن میں افادیت کا پہلو نمایاں ہو۔

فنون لطیفہ: جن فنون میں جمالیاتی عنصر نمایاں ہو۔ جن کے ذریعے انسان اپنے جمالیاتی ذوق کے فطری تقاضے پورے کر سکے اور اپنے جذبات اور احساسات کو منفرد اور دل نشین انداز سے بیان کر سکے، فنون لطیفہ کہلاتے ہیں

فنون لطیفہ کی اقسام:

بغرض تفہیم تمام فنون لطیفہ کو تین اقسام میں بیان کیاجاسکتاہے۔

ادبی فنون:

ادب سے مراد تحریری مواد ہے جس کے ذریعے انسان اپنے خیالات و جذبات کا اظہار کرتا ہے چاہے یہ تحریر کی شکل میں ہو یا اشعار کی صورت میں۔ ادبی فنون سے مراد وہ فنون ہیں جن کا تعلق ادب سے ہوتا ہے اور جن کے ذریعے انسان اپنامافی الضمیر بیان کرتا ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔

ادب: جس میں نثر اور شاعری سمیت ادب کی تمام اصناف شامل ہیں۔

ذرائع ابلاغ: جس میں برقی ذرائع ابلاغ، طباعتی ذرائع ابلاغ اور سماجی ذرائع ابلاغ شامل ہیں۔

بصری فنون:

بصری فنون ایسے تخلیقی آرٹ کو کہا جاتا ہے جس کی مصنوعات کو بہ چشم سر سراہا جائے۔ ان میں مجسمہ سازی، تصویر کشی، فلم سازی، پرنٹ میکنگ، ڈیزائننگ، دھات کا کام، خطاطی، فن تعمیر اور دستکاری وغیرہ نمایاں ہیں۔

---

[19] اردو دائرہ معارف اسلامیہ،۲۰۲

[20] Oxford, the Australian basic School dictionary, (Oxford: University Press, 1998), 21.

عملی / سمعی فنون:

وہ فنون جنہیں دیکھنے کے ساتھ ساتھ سن کر سراہا جاسکے اور جس میں فنکار اپنے فن کی صلاحیتوں کا مظاہرہ عملی کارکردگی کے ذریعے کرے، عملی فنون یا پرفارمنگ آرٹس کہلاتے ہیں۔ رقص، موسیقی، اوپیرا، اداکاری، تھیٹر اور فلمسازی اہم عملی فنون ہیں ۔

تعلیم اور دعوتِ دین میں فنون لطیفہ کے استعمال کی افادیت:

آپ ﷺ نے بطورِ معلم، ایسی تعلیمی پالیسی اقوامِ عالم کے سامنے پیش کی جو نہ صرف افراد، بلکہ اقوام کے معاشرتی استحکام کی ضامن قرار پائی۔ عہدِ رسالت کا تعلیمی نصاب قرآنِ مجید، حدیثِ نبوی، فقہ، تاریخ، علم الانساب، علم الفرائض اور لسانیات کے بنیادی نصاب کے ساتھ ساتھ شکار، تیر اندازی، شمشیر زنی، گھڑ سواری اور پہلوانی جیسی ہم نصابی سرگرمیوں پر مشتمل تھا۔ فلاحِ انسانیت کے پیش نظر آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی تعلیم اور تربیت، دونوں پر یکساں توجہ دی۔ آپ ﷺ نے تزکیہ نفس کو تعلیم کا بنیادی مقصد قرار دیا ۔ تاریخِ انسانی کے ابتدائی تعلیمی اداروں کا نصاب قدرے سادہ تھا۔ ان کا مقصد بنیادی علم دینا اور معاشرتی ضروریات کی روشنی میں ہنر سکھانا تھا کیونکہ ان اداروں کی توجہ افراد کی کردار سازی پر زیادہ تھی۔ اسلامی تعلیمی ادارے، تعلیم و تربیّت دونوں کرتے، اخلاق سکھاتے، فرائض کی ادائیگی کا ڈھنگ دیتے اور دین کے فہم سے آگاہی مہیّا کرتے۔ دورِ حاضر میں تعلیم اور دعوتِ دین کے میدان میں بعینہٖ انہی خطوط پر تربیتی نظام تشکیل دینے کی ضرورت ہے اور عصری علوم کے ساتھ اخلاقی و عملی تربیّت بھی لازمی ہے۔ تعلیم و تربیت سے آراستہ ہو کر ہی دعوتِ دین کا کام مؤثر انداز میں ممکن ہوتا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تعلیم اور دعوتِ دین کے میدان میں فنون لطیفہ کا استعمال کس حد تک مؤثر ثابت ہو سکتا ہے؟

انسان کو مادّیت و روحانیت کا جامع بنایا گیا ہے ۔ مادی تقاضوں کو انسان مادی ذرائع سے پورا کرتا ہے جیسا کہ بھوک محسوس ہونے پر انسان غذاء سے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے جبکہ روحانی تقاضوں کے لیے انسان زیادہ تر غیر محسوس ذرائع کا استعمال کرتا ہے اور ان کی تسکین کے لیے مختلف فنون معاشرے میں کارفرما ہیں۔ ان فنون کا استعمال انسان کی سوچ اور معاشرے میں اس کے مختلف کرداروں کی ادائیگی میں حسن بھی پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے ہر عمل اور ہر کام میں عمدگی، خوبصورتی، سلیقہ اور کاملیت پیدا ہو جاتی ہے۔ تمام فنون بنیادی طور پر اثر انگیزی اور اثر پذیری کے عمل سے عبارت ہیں۔ فنونِ لطیفہ کی ہر ایک صنف انسانی روح کو متاثر کرتی ہے ۔ اس کا ہر نمونہ فنکار کی ذہنی سطح، اُس کی تخلیق کے دائرہ کار، تخیّل، فنی مراحل اور بوقت تخلیق اُس کے احساسات کی عکاسی کرتا ہے۔ فنون کے ذریعے وہ اپنے

جذبات کو باسانی دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ جیسے ایک بااخلاق انسان اپنے اخلاق و کردار سے کسی کو فتح کرتا ہے بعنیہ ایک فنکار اپنے تخلیقی ہنر سے دوسروں کو تسخیر کر لیتا ہے۔ان فنون سے انسان کو اُمید ، سکون اور محبت حاصل ہوتی ہے۔ فضول گوئی، عیب جوئی، پریشان کن خبروں میں دلچسپی کی بجائے ایک اچھا شعر ، ایک خوبصورت تصویر اور ایک عمدہ ناول انسان کی روح کو پاکیزہ کر کے اُس کے دل کا میل اُتارنے میں زیادہ مدد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ ان فنون کے ذریعے انسان ایک دوسرے کو متاثر کرتے اور فائدہ پہنچاتے ہیں۔ تعلیم و تعلم بھی چونکہ ایک طرح کی اثر انگیزی اور اثر پذیری ہی ہے اسی لیے یہاں بھی فنونِ لطیفہ کے استعمال سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ انسان دوران تعلم بیک وقت ایک سے زیادہ حسیّات سے اثر لے رہا ہوتا ہے۔ نتیجتاً وہ زیادہ بہتر اور عمیق انداز میں تعلیم و تعلم سے گزرتا ہے اور اپنے اندر مستقل تبدیلی پیدا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ وہ دوسروں تک اپنی بات زیادہ بہتر انداز میں پہنچا سکتا ہے۔ ان فنون کے ہمہ جہت استعمال سے انسان دوسروں کے قلوب و اذہان کو اپنے قابو میں کر سکتا ہے۔ اسی بناء پر دعوت اور تعلیم کے میدان میں فنونِ لطیفہ دورِ جدید کی ایک اہم ضرورت بن چکے ہیں۔ عصرِ حاضر میں فُنونِ لطیفہ کی جدید صورتوں کو تعلیم اور تربیّت کے میدان میں استعمال کیا جارہا ہے۔ فنون لطیفہ سے متعلق مغربی تصور یہ ہے کہ فنونِ لطیفہ جمالیاتی حِس کے اظہار کا ذریعہ ہیں اس لیے شعر و ادب، سازو سرود اور تمثیل سے متعلق تمام فنون، فنون لطیفہ ہی ہیں۔ ابتداءً فنونِ لطیفہ میں مصوّری، مجسمہ سازی، عمارت گری، نقّاشی، خطّاطی، سنگ تراشی اور شاعری جیسے فُنون شامل تھے۔ انیس سو ساٹھ میں مغرب میں اُٹھنے والی پوپ آرٹ تحریک (Pop Art Movement) کے نتیجے میں فَنّ کی کچھ دوسری صورتیں بھی فُنونِ لطیفہ کا حصہ بن گئیں جس میں تھیٹر، تمثیل، فلم سازی اور رقص شامل ہیں۔

اسلام کا تصوّرِ فن اس سے قدرے مُختلف ہے۔ مغرب کا تصورِ فن ایک جزوی تصور ہے۔ اسلام کا تصورِ فن کُلی اور ہمہ جہتی ہے۔ اسلام کا جمالیاتی نقطہ نظر روحانی و مادّی ہر دو تقاضوں کی تکمیل میں حُسن اور جمال کو پسندیدگی کی سند عطا کرتا ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو بھی اسی بات کی ترغیب دیتا ہے کہ ہر کام چاہے وہ چھوٹی سے چھوٹی نیکی ہی کیوں نہ ہو، اسے احسان کے درجے پر پہنچاتے ہوئے انجام دیا جائے۔ یعنی اسلام کا مطالبہ محض نیکی نہیں بلکہ اس میں حسن پیدا کرنا ہے۔ اسلام میں جمالیاتی ذوق کا دائرہ صرف فُنونِ لطیفہ تک محدود نہیں بلکہ پوری زندگی کو محیط ہے۔ اسلام جمالیات کا اعلیٰ تصور پیش کرتا ہے جس میں ہر امر حسن اور کاملیت کا متقاضی ہے. اسلامی آرٹ بہت سی تہذیبی وراثتوں کے میل ملاپ کا نتیجہ ہے۔ مسلمانوں نے دیگر تہذیبوں کے اچھے خصائص کو اپنایا اور جہاں کوئی امر شریعت سے متصادم پایا وہاں اُسے شرعی تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے بعد پروان چڑھایا۔ مسلمانوں نے اِن فُنون کو اسلام کا پیغام پھیلانے میں بھی استعمال کیا

ہے۔ خاص طور پر خوش الحانی ،شاعری اور خطّاطی کے ذریعے فنکارانہ انداز میں اسلام کے پیغام کو ترویج حاصل ہوئی۔ مسلمانوں نے فنون کی اثر انگیزی کو محسوس کرتے ہوئے مثبت انداز میں ان فنون کا استعمال کیا اور ایک ہمہ پہلو تحریک کے طور اسلام کی دعوت کو ان فنون کو استعمال کرتے ہوئے پیش کیا۔ صوفیائے کرام نے فنون لطیفہ کی کچھ اصناف کو تزکیہء نفس اور تعمیر شخصیّت کے لیے استعمال کیا، اُن کو خبائث سے محفوظ کرتے ہوئے اس طرح اپنایا کہ کسی قسم کی اخلاقی اور مذہبی حدود سے تجاوز نہ ہو۔ مرورِ زمانہ اور شعور دین میں کمی کی وجہ سے بعض جہتوں میں مسلمان انحراف کا شکار ہو گئے جس کی وجہ سے عام لوگوں کے ذہنوں میں اسلام کا تصورِ فن خلط ملط ہو گیا ہے۔ عصرِ حاضر میں فُنونِ لطیفہ کی جدید صورتوں کو تعلیم اور تربیّت کے میدان میں استعمال کیا جارہا ہے جبکہ مسلمانوں کے ہاں اِن جدید صورتوں کے جواز یا عدم جواز کا قضیہ ابھی تک حل طلب ہے۔ یہ امر تحقیق طلب ہے کہ فُنونِ لطیفہ کی جدید صورتیں کن اُصول وضوابط اور حُدود کے اندر رہ کر اسلامی تعلیم و دعوتِ دین کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام میں فنونِ لطیفہ کے تصور سے حقیقی معنوں میں آگاہی حاصل کی جائے اور یہ دیکھا جائے کہ فنونِ لطیفہ انسان کے جذبات کو تسکین بخشنے اور اس کی ذہنی ارتقاء میں کس تک مفید ثابت ہو سکتے ہیں تاکہ اسلامی تعلیم اور دعوتِ دین کے لیے اِن کے ترک و اختیار کے متعلق عامۃ الناس میں شعور بیدار ہو اور عصرِ حاضر کے تقاضوں کے پیشِ نظر اسلامی تعلیم اور دعوتِ دین کے طریقوں کو جدید خطوط پر اُستوار کیا جائے۔ American Journal of Public Health2010 میں ایک مقالہ شائع ہوا جس میں فنون لطیفہ اور صحت کے باہمی تعلق پر کی جانے والی تحقیق کے نتائج بیان کیے گئے۔ ان نتائج کا خلاصہ یہ ہے کہ فنونِ لطیفہ میں مشغولیت کا انسانی صحت پر مثبت اثر مرتب ہوتا ہے، ذہنی اضطراب، تناؤ اور نفسیاتی حالت میں بہتری آتی ہے، انسان خود شناسی کی منازل طے کرتا ہے اور اس کی قوتِ مدافعت بہتر ہوتی ہے۔[21] پروفیسر ایلن ٹام لنسن نے ۲۰۱۸ میں ذہنی صحت پر بصری فنون کے اثرات کا جائزہ لینے کے لیے ایک تحقیق کی جس میں انہوں نے پندرہ سے چونسٹھ سال کی عمر کے ۱۶۳۱افراد پر تحقیق کی اور اُن سے بصری فنون میں مشغولیّت کے ذہنی امراض پر مرتب ہونے والے اثرات کے متعلق سوالات پوچھے۔ اس تحقیق کے یہ نتائج سامنے آئے کہ بصری فن کے نمونے کو دیکھنا یا اسے تخلیق کرنا، انسان کے ذہنی دباؤ، تناؤ اور بے چینی میں کمی لاتا ہے۔ انسان کی عزتِ نفس، خودداری، ذہنی اطمینان، فعّالی میں اضافہ ہوتا ہے اور سماجی روابط بحال ہوتے ہیں۔[22]

[21] Heather L-Stuckey and others, The Connection between Art, Healing, Public Health: A Review of Current Literature, AMJ Public Health, V-100, I-02, February 2010

[22] Tom Linson, Alan, Prof. , Visual Arts and Mental Health, What Works Welbeing, Jan 2018.

تعلیمی اور تربیتی میدان میں فنونِ لطیفہ کے اثرات:

مختلف تحقیقات کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ تعلیمی میدان میں فنون لطیفہ کے استعمال سے طلبا کی تخلیقی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ وہ زیادہ متحرک ہو کر تعلیم پر توجہ دیتے ہیں۔ ان کے اندازِ بیان اور گفتگو میں بہتری آتی ہے۔ ان کی تحریر میں نکھار اور آواز و انداز میں نظم و ضبط پیدا ہوتا ہے۔ اُنہیں دوسروں کا سامنا کرنے کی ہمت اور خود اعتمادی ملتی ہے۔ یہ سرگرمیاں انہیں اطمینان قلب فراہم کرتی ہیں، جس کی بدولت وہ پڑھائی میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ قدیم لیکچر یا مباحثے کے طریقے کی نسبت فنون لطیفہ کا استعمال زیادہ سہل ہے۔ مصوری رنگ آمیزی، تصویر کشی، موسیقی، ڈرامہ یا فلم کی اصناف کو تعلیم اور تعلم کے عمل میں استعمال کرنا، اساتذہ کرام کے لیے بھی ایک خوشگوار تجربہ ہے جس سے وہ اپنے طلبا میں سیکھنے کی تحریک، اعتماد اور زیادہ دلچسپی پیدا کر سکتے ہیں۔

۱۹۹۹ میں واشنگٹن ڈی سی کے ایک ادارے نے تعلیم کے میدان میں فنون لطیفہ کے اثرات کا جائزہ لینے کے لیے ۲۰۰۰ بچوں پر ایک تحقیق کی جس کے یہ نتائج سامنے آئے کہ فنون لطیفہ کے استعمال سے طلبہ کے سکول سے غیر حاضر رہنے کے تناسب میں نمایاں کمی ہوئی، طلبا کی حاضری میں اضافہ ہوا، اُن کے اندر مل جل کر کام کرنے کا جذبہ، ایک دوسرے کی مدد، تعاون، خطرات مول لینے کی صلاحیت، علم سے محبت، اپنی صلاحیتوں کی پہچان اور بانٹنے کے عمل میں اضافہ ہوا جبکہ لڑائی جھگڑے میں کمی دیکھنے میں آئی۔ ۲۱ فیصد بچے جنہوں نے موسیقی کو اپنے نصاب میں شامل کیا، نے دیگر مضامین مثلاً ریاضی میں دوسروں کے مقابلے میں ۱۱ فیصد بہتری دکھائی۔ نہ صرف اساتذہ بلکہ ۹۰ فیصد عام امریکی اس بات سے متفق ہیں کہ بچوں کی تعلیم اور ترقی میں اضافے کے لیے فنون لطیفہ کی تعلیم از حد ضروری ہے۔[23]

دی سنٹر آف آرٹس ایجوکیشن نیویارک نے اپنی ۲۰۰۹ کی ایک رپورٹ میں لکھا ہے کہ فنون لطیفہ کا تعلیمی میدان میں استعمال طلبہ کی تخلیقی صلاحیتوں پر مثبت اثر رکھتا ہے۔ اس سے نہ صرف طلبہ کی سکول چھوڑنے کے تناسب میں نمایاں کمی آتی ہے بلکہ وہ دیگر مضامین میں بھی زیادہ بہتر کارکردگی دکھاتے ہیں۔[24] ۲۰۰۶ میں ایک بین الاقوامی عجائب گھر The Solomon R. Guggenheim Foundation نے اپنے فنکاروں کو مختلف سکولوں میں پڑھانے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے فنون لطیفہ کی مختلف اصناف کے ذریعے تعلیم دی اور یہ نتائج حاصل کیے کہ اس طریق

[23]Adward, Fiske, The Impact of Arts on Learning, Champion of Change, (Washington D.C: President's Comettee on the Art and Humanities, 1999).
[24] The Center of Arts Education Report 2009, (New York: The Center of Arts Education).

کار سے نہ صرف طلبا کی شرح خواندگی میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ اُن میں تنقیدی نقطہ نظر بھی پروان چڑھتا ہے جس کے ذریعے وہ روز مرّہ زندگی کے مسائل کو سمجھنے، اُن کا تجزیہ کرنے اور حل نکالنے میں زیادہ بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔[25] کیلیفورنیا کی ایک تحقیق کے مطابق فنونِ لطیفہ کی مدد سے سمجھایا یا سکھایا جانے والا کوئی بھی کام روایتی طریقوں کی بہ نسبت سہل اور ہر طبقے کے لیے قابل فہم اور قابلِ رسائی ہوتا ہے۔ ان کے ذریعے دی جانے والی ہدایات عام افراد یا معذور افراد، ہر ایک کے لیے آسان ہوتی ہیں جس کی بنا پر ۷۷ سے ۸۴ فیصد طلباء نہ صرف تعلیمی بلکہ معاشی اور معاشرتی میدان میں بھی کامیاب ہوتے ہیں۔ ان کی مدد سے افراد باہمی گفتگو اور سماجی روابط میں زیادہ متحرک اور فعال کردار ادا کرتے ہیں۔[26] ایک تحقیق سے یہ واضح ہوا ہے کہ موسیقی سننے، یا تخلیق کرنے کے دوران دماغ کا وہی حصہ کام کرتا ہے جو ریاضیاتی اور شماریاتی سوالات کے حل کے دوران کام کر رہا ہوتا ہے۔ یہ تحقیقات اس امر کا اظہار ہیں کہ فنونِ لطیفہ نہ صرف جمالیاتی حس کی تسکین کے لیے اہم ہیں بلکہ شخصیت کو نکھارتے اور معتدل بھی بناتے ہیں۔

عصرِ حاضر کا یہ ایک المیہ ہے کہ انسان دن بہ دن مادیّت پرست ہوتا جا رہا ہے۔ اس کی عمومی روش زیادہ سے زیادہ پیسہ کمانا اور اپنا معیار زندگی بلند کرنے کی طرف ہے۔ تعلیم کے میدان میں بھی وہ مضامین توجہ کا مرکز بن گئے ہیں جو زیادہ جی پی اے اور اچھی تنخواہ والی پُر آسائش ملازمت دلوا سکیں۔ اس رجحان سے تعلیم کا اصل مقصد پس پشت چلا گیا اور طلبہ کی ذہنی آبیاری کے سارے سامان مفقود ہو گئے ہیں۔ نتیجتاً طلبہ میں مادّہ پرستی، سرد مہری، غصہ اور قانون شکنی کے جذبات روز بروز بڑھتے نظر آ رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ تعلیم صرف صنعت و حرفت کے میدان میں ترقی کرنا نہیں ہے بلکہ انسان کی ذہنی، روحانی، جذباتی، اخلاقی، معاشرتی تربیت بھی اسی تعلیم کے مقاصد میں شامل ہے۔ زندگی کی کچھ مہارتیں تعلیم سکھاتی ہیں جیسے ریاضی، طبعیات، حیاتیات۔ جبکہ حسنِ معاشرت اور عمدہ اخلاق حاصل کرنے اور معاشرے میں ایک مثبت کردار ادا کرنے کے لیے درکار مہارتیں صرف کتابی علم سے حاصل نہیں ہوتیں بلکہ اُن کے لیے عملی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس تربیت کے لیے فنون لطیفہ کا کردار نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بقول پکاسو، "فن محض آرائش اور زیبائش کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اسے عظیم جدوجہد کے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے"۔ فن معاشرے میں انقلابی کردار ادا کرتا ہے، لوگوں کو خواب دکھاتا ہے اور انہیں امید کا وسیع اُفق دیتا ہے۔

[25] The Solomon R. Guggenheim Foundation, https://www.guggenheim.org (08-10-2019).
[26] Lloyd, Kimberly, Benefits of Art Education: A Review of the Literature, Dominicon University of California, Scholarship and Engagement in Education, V-1, I-1, April 2017.

فنون لطیفہ جہاں تعلیم اور صحت کے شعبے میں اثرات رکھتے ہیں وہیں بہترین معاشرے اور عمدہ اخلاق کی تشکیل میں بھی اُن کا قابل قدر حصہ ہے۔ تمام معاشروں، قدیم وجدید میں، شاعری، موسیقی، مصوری، رقص، ڈرامہ، قصہ گوئی کسی نہ کسی صورت میں ہمیشہ سے موجود رہی ہیں۔ معاشرتی انقلاب میں شاعروں، ادیبوں اور دانش وروں کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ انہوں نے لوگوں میں بیداری پیدا کی، اُنہیں بہتر انسان بننے اور بہترین معاشرہ تخلیق کرنے کے خواب دکھائے اور اُن میں سے بعض فنکاروں نے ایسی انقلابی تحریکوں میں شامل ہو کر اپنے خوابوں کو شرمندہ تعبیر بھی کیا۔

دُنیا بھر میں کی جانے والی مختلف تحقیقات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فنونِ لطیفہ، افراد کی اخلاقی اور معاشرتی تربیت میں نصابی کتب کی نسبت زیادہ اثر و نفوذ رکھتے ہیں۔ یہ فنون انسان کو پُر اعتماد بناتے ہیں، اُس کی عزت نفس کو بحال کرتے ہیں، اپنی صلاحیّتوں کو پہچاننے اور نکھارنے کا حوصلہ دیتے ہیں، سماجی مہارتوں میں اضافہ، احترام انسانیت، اشتراک عمل اور باہمی تعاون کے رجحان کو پروان چڑھاتے ہیں۔ ان فنون کے ذریعے مختلف افراد مختلف نظریات اور خیالات کے حامل ہونے کے باوجود ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرتے ہوئے مل کر کام کرتے ہیں۔ احساس ذمہ داری، ہمدردی، مروّت، دوسروں کی حوصلہ افزائی، سماجی رواداری میں ان فنون کا اہم کردار ہے۔

ادب کی اصناف خواہ وہ نثر کی صورت میں ہوں یا شعر کی، انسان کے احساسِ جمال کو تحریک دیتی ہیں، اُس کی ذہنی، روحانی اور جذباتی تسکین کرتی ہیں اور اُس زبان کے تلفظ، ادائیگی اور ذخیرہ الفاظ کو بہتر بناتی ہے۔ اچھا ادب انسان کو غم، مایوسی اور ذہنی دباؤ کے گرداب سے نکالتا ہے۔ خصوصاً ایک اچھا شعر اپنی تاثیر میں کئی الفاظ پر مبنی تقریر پر بھاری ہوتا ہے۔ ایک شعر انسانی روح کو جھنجھوڑنے اور اس میں ایک نیا جوش اور جذبہ پیدا کرنے کی صلاحیّت رکھتا ہے۔ جس کی سب سے عام مثال علّامہ اقبالؒ کی شاعری کی صورت میں مسلمانوں کے سامنے موجود ہے۔ معاشرے کے افراد کو ایک دوسرے کا مافی الضمیر سمجھنے کے لیے زبان کی ضرورت ہوتی ہے۔ ادب انہیں خیالات اور علم کا مجموعہ ہے جس کے ذریعے افراد، اپنے خیالات دوسروں تک پہنچاتے اور سماج کی کثافتوں کو دور کرنے کا ہنر سیکھتے ہیں۔ تجربہ کار شاعر اور ادیب مشکل سے مشکل مسئلے اور نظریے کو عام فہم زبان میں بیان کرتا ہے جس سے نہ صرف عوام فائدہ اُٹھاتی ہے بلکہ وہ معاشرتی مسائل کی تشخیص کر کے اُن کا حل بتانے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ مصوّری معاشرے کی عکاسی کرتی ہے جس سے ابتداً مافی الضمیر بیان کرنے کا کام لیا جاتا تھا۔ بعد ازاں عیسائیت میں اسے مذہب کی تبلیغ کے لیے بھی استعمال کیا گیا۔ چونکہ تصویر کے ذریعے بات سمجھانا تقریر کی نسبت کئی درجے آسان ہوتا ہے اس لیے عیسائی مذہب

میں مصوری کو خاص مقام حاصل ہوا۔ اس کا ثبوت کلیساؤں اور گرجاگھروں میں جابجا موجود حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کی شبیہوں اور دیگر مذہبی تصاویر سے ملتا ہے۔

فلم اور ڈرامہ کی ابلاغی طاقت ان تمام ذرائع سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس میں دیگر فنونِ لطیفہ سمائے ہوئے ہیں۔ اسی بنا پر یہ دونوں دیگر اصناف کی بہ نسبت زیادہ معاشرتی اثرات کی حامل ہیں۔ ڈرامہ قصہ گوئی کی عملی شکل ہونے کی بناً پر ہر دور میں عوام کے لیے دلچسپی کا مرکز و محور رہا ہے۔ عطاء اللہ پالوی نے ڈرامے کی تعریف میں لکھا ہے کہ "ڈرامہ ایسا فن ہے جو تفریح، تبلیغ، بلا جبر تربیت، بلا زحمت تعلیم، اور بلا نصیحت وحجت موعظت کا حکم رکھتا ہے۔ اس کا مقابلہ دنیا کا کوئی طریق تعلیم، کوئی طرز تربیت اور کوئی صنف ادب نہیں کر سکتا۔"[27] ڈرامے تعلم وتربیت کا اعلیٰ ترین طریق کار ہے جس کے ذریعے انسانی تہذیب وتمدّن اور معاشرت کی بہترین اور متحرک تصویر کشی کی جاتی ہے۔ قدیم مصری اپنے ذہنی بیماروں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے کہ وہ ڈرامہ اور تھیٹر کی سرگرمیوں میں حصہ لیں کیونکہ یہ دماغ کو چست رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ ڈرامہ انسان کی سوچ اور اس کے دیکھنے کے انداز کو بدل دیتا ہے۔ اس کے اندر مثبت جذبات اور احساسات کو پروان چڑھاتا ہے اور منظم، پُرسکون اور متحرک ماحول تشکیل دیتا ہے۔ اس کے ذریعے معاشرے کی تفریحی ضروریات بطریق احسن پوری ہوتی ہیں اور دیکھنے والے کے مزاج ونفسیات بھی متأثر ہوتے ہیں۔ مختلف ممالک نے اپنی فلم اور ڈرامہ کی صنعت کے ذریعے اپنی ثقافت کو پھیلایا اور دوسرے معاشروں نے اُن کی ثقافت کو اپنانے میں گہری دلچسپی لی۔ اس کے ذریعے نہ صرف طلبا مسائل کا حل نکالنے کی صلاحیّت میں بہتری پاتے ہیں بلکہ منطقی طریقہ استدلال کی بنا پر حقیقی زندگی کا ڈھنگ بھی سیکھتے ہیں۔[28] فلم یا ڈرامے کا کردار محسوس یا غیر محسوس طریقے سے دیکھنے والے کی تربیت کرتا ہے اور اس کی زندگی کا حصہ بن جاتا ہے۔

برطانیہ کے ایک ادارے Bright Young Things میں بچوں کو ڈرامے کے ذریعے تعلیم وتربیّت دی جاتی ہے۔ اس ادارے کی تحقیق کے مطابق ڈرامہ ایک ایسا فن ہے جس کے ذریعے زندگی کی مہارتوں کو زیادہ آسانی سے سیکھا جاسکتا ہے۔ اس طریقہء تدریس وتربیّت سے بچّوں میں زندگی کے مسائل سے نبرد آزما ہونے، بولنے، گفتگو کرنے، اپنے خیالات کو مہارت سے بیان کرنے، رائے کا اظہار کرنے، مسائل کا حل نکالنے اور فیصلہ کرنے، دوسروں کے

---

[27] پالوی، عطاءاللہ، قرآن اور فنونِ لطیفہ،(دوست ایسوسی ایٹس،۱۹۹۹ء)،۸۹

[28] Jarrah, Hani Yousuf, The Impact of Using Drama in Education on Life Skills and Reflective Thinking, International Journal of Emmerging Technologies in Learning (IJET), V-14, I-4, May 2019.

خیالات و نظریات سننے، اُن پر توجّہ مرکوز کرنے، اُن کا احترام کرنے اور اپنے ارد گرد کی دنیا کو سمجھنے کی صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ نیز بچّوں میں احساسِ ذمّہ داری اور احساس ہمدردی کو فروغ ملتا ہے۔ کھیل کود سے اُن کے جسم کو طاقت حاصل ہوتی ہے اور اچھا صحتمند دوستانہ ماحول اُنہیں مثبت دوستیاں بنانے کی مہارت کو پروان چڑھانے میں مدد دیتا ہے۔[29]

ذرائع ابلاغ بھی ثقافت پر گہرا اثر رکھتے ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے معاملات اور ثقافتی رجحانات کے تغیّر و تبدّل میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ جہاں ان کا اثر و نفوذ زیادہ ہو جائے وہاں کی ثقافت میں واضح تبدیلی در آتی ہے ۔ عصرِ حاضر میں سماجی ذرائع ابلاغ انسانی زندگیوں میں اس قدر رچ بس گیا ہے کہ اس کے اثرات، چاہے وہ مثبت ہوں یا منفی، سے کسی صورت نظر نہیں چُرائی جاسکتی۔ جہاں تک مثبت اثرات کا تعلق ہے، تو ان کی تاثیر سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ایک تحقیق کے مطابق ایک تہائی طبّی تعلیمی ادارے تعلیمی مقاصد کے لیے فیس بُک اور دیگر سائٹس کا استعمال کرتے ہیں کیونکہ اس کے ذریعے وبائی امراض کی تشخیص، احتیاطی تدابیر اور طریقہ علاج نہایت کم وقت میں عوام الناس تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ کئی طبّی ماہرین یوٹیوب چینل بنا کر عوام کو طبّی مشورے اور امراض سے آگاہی فراہم کرتے ہیں۔ سماجی ذرائع ابلاغ کے مثبت استعمال سے سماجی روابط بحال ہوتے ہیں۔ سماجی ذرائع ابلاغ مثلاً Twitter, Skype, Whatsapp, Instagram, imo, messenger, facebook وغیرہ کے ذریعے بیرون ملک کبھی بھی، کہیں بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔ سماجی اور معاشرتی مسائل سے آگاہی حاصل کرتے ہوئے پلک جھپکتے ہوئے کرّہ ارض پر کہیں بھی پیغامات کا تبادلہ و ترسیل عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ پچھلے چند برسوں میں کئی ایسے مسائل سامنے آئے جو سماجی ذرائع ابلاغ کی موجودگی سے بے حد سرعت کے ساتھ حل ہونے کے مقام تک پہنچ گئے جیسا کہ جولائی ۲۰۱۶ میں ترکی میں ہونے والی فوجی بغاوت کو سماجی ذرائع ابلاغ کے استعمال کے ذریعے چند گھنٹوں میں ناکام بنا دیا گیا۔ پاکستان میں بھی متعدّد ادارے اور افراد ان ذرائع کے استعمال سے کئی معاشرتی اور سماجی مسائل کو عوام کے سامنے لا رہے ہیں۔

تاہم سماجی ذرائع کے منفی اثرات، مثبت اثرات کی نسبت زیادہ ہیں۔ جس کی وجہ نوجوان نسل کی اسمیں حد درجہ مشغولیّت اور نئی نسل کی سرگرمیوں سے، والدین کی قطع تعلقی ہے ۔ خصوصاً کم عمر بچوں کی اس میں حد سے زیادہ مشغولیّت اُنہیں نشے کی طرح اس کا عادی بنا دیتی ہے جس سے چھٹکارا پانا اُن کے لیے بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ دوسروں کے طرزِ زندگی سے متاثر ہو کر وہ اپنے آپ کو احساسِ کمتری، ذہنی دباؤ اور اضطراب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ ایک پاکستانی

[29]Bright Young Things, Experience the Power of the Drama, www.bytdrama.com>benifits-of-drama (07-10-2019).

محقق، حسن خالد نے اپنی ۲۰۱۷ کی تحقیق میں یہ بیان کیا کہ سماجی ذرائع ابلاغ میں مشغولیّت نوجوان نسل میں ۳۰ فیصد مثبت، جبکہ ۷۰ فیصد منفی اثرات مرتب کرتی ہے [30] جو بہت بڑے خطرے کی علامت ہے۔ دیگر منفی اثرات میں غیر حقیقی توقعات وابستہ کرنا، اپنی شکل و صورت کے متعلق منفی تصورات در آنا، غیر صحتمند نیند، احساس کمتری اور خود اعتمادی کی کمی شامل ہیں۔ [31] انسان دوسروں سے غیر حقیقی توقعات وابستہ کرلیتا ہے، جو اس کی صحت پر بھی اثرانداز ہوتی ہے اور معاشرتی روابط کو بھی متأثر کرتی ہے۔ نوجوان نسل پر اس کا ایک بڑا وبال یہ بھی ہے کہ مجرمانہ ذہنیّت کے افراد اُن کی ذاتی معلومات چُرا لیتے ہیں اور انہیں ڈرا دھمکا کر دباؤ میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُن کی کمزوری اور معصومیّت کا فائدہ اُٹھا کر لوٹ لینا، اُنہیں منشیات کا عادی بنا دینا یا غلط کاموں پر مجبور کرنا بھی اس کا ایک بہت بڑا منفی پہلو ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومتی ادارے اس امر کو یقینی بنائیں کہ مجرمانہ ذہنیّت کے افراد کا سدِّباب کیا جائے اور غیر اخلاقی اور بے مقصد مواد کی روک تھام کی جائے۔ والدین کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچّوں کی صحت، تعلیم اور دیگر معاملات پر گہری نظر رکھیں اور انہیں ہر قسم کی مشکل سے نکلنے کے لیے اخلاقی مدد فراہم کریں۔

تعلیم وتربیت میں فنونِ لطیفہ کے استعمال کی چند صورتیں:

ذیل میں تعلیم کے میدان میں فنونِ لطیفہ کے استعمال کی چند صورتیں بیان کی جارہی ہیں:

۱۔ کسی بھی مضمون کو سمجھنے کے لیے اس کی تصویر یا ماڈل بنا کر سمجھانا جیسے پھول کے تمام اجزا کو سمجھنے کے لیے اس کی تصویر یا ماڈل بنانا (جیسے نظامِ شمسی کو سمجھانے کے لیے ماڈل بنانا)۔

۲۔ کسی موضوع پر تصویری مقابلہ کروانا اور ان کی نمائش کرنا اور بچوں کے کام کی حوصلہ افزائی کرنا۔

۳۔ مختلف سائنسی عجائب گھروں کا مطالعاتی دورہ کروانا اور طلبہ کو اپنے مشاہدات تحریری شکل میں بیان کرنے کا عملی کام دینا۔

۴۔ مختلف موضوعات سے متعلق تصاویر دکھا کر بچوں سے اس کے متعلق سوالات کرنا۔

۵۔ کسی کہانی کو تصویر یا کارٹون کی شکل میں پیش کرنا اور سمجھانا یا بچوں کو یہ عملی کام دینا کہ وہ کسی کہانی کو تصویری شکل میں پیش کریں۔

---

[30] Hassan, Khalid, The Effect of Social Networks on Pakistani Students, Department of Computer Sciences, Abdul Wali Khan University, Mardan, Journal of Information Technology & Software Engineering, 7 August 2017

[31] Anya Zhukova, Seven Negative Effects of Social Media on People and Users, Make Use of, http://www.makeuseof.com>negative-effect-social-media, 04 October 2019

۶۔ اخلاقی اور معاشرتی اقدار سکھانے والی کہانیوں کو ڈرامے کی شکل میں پیش کر کے سمجھانا۔

۷۔ کسی حالیہ معاشرتی مسئلے پر کوئی کہانی، افسانہ، نظم یا مضمون لکھ کر یا اسے ڈرامے کی شکل میں پیش کرنے کا عملی کام دینا۔

۷۔ بچوں کی نظمیں، حروفِ تہجی، پہاڑے اور ریاضیاتی یا سائنسی فارمولے سُر اور لے میں گا کر یاد کروانا۔

۸۔ بچوں کے درمیان خوش الحانی کے مقابلے کروانا (قرآت، نعت، ملی نغمے، جہادی ترانے یا اچھے اشعار پر مبنی نغمات کے مقابلے)۔

۹۔ نظموں کو ہاتھوں، پاؤں کی حرکت کے ساتھ پڑھنا اور بچوں کے گروہ بنا کر اجتماعی طور پر اُن سے پڑھوانا تا کہ وہ جسمانی سرگرمی کے عمل میں حصہ لیں اور آپس میں مل جل کر کام کرنے کا ڈھنگ سیکھیں۔

۱۰۔ ہاتھوں، پاؤں اور دیگر اعضاء کی مدد سے ہندسوں اور حروفِ تہجی کی شکلیں بنانا۔

۱۱۔ اساتذہ کرام سماجی ذرائع ابلاغ کو استعمال کرتے ہوئے فیس بک یا واٹس ایپ کے ذریعے اپنی جماعت کا گروپ بنا سکتے ہیں جس میں وہ اپنے مضمون کے متعلق مواد ڈالیں، مختلف موضوعات پر طلبہ سے بحث کریں اور طلبہ کے لیے حوصلہ افزا باتیں لکھیں۔

۱۲۔ عملی کام کے متعلق معلومات دینے کے لیے بلاگ استعمال کریں۔

۱۳۔ اساتذہ اپنا ٹوئٹر اکاؤنٹ بنائیں جسے وہ بچوں کو متحرک کرنے یا کسی مقررہ موضوع پر کوئی سرگرمی کروانے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔

۱۴۔ ملٹی میڈیا کے ذریعے بلیک بورڈ پر لکھے جانے والے مواد کو زیادہ بہتر اور سہل انداز میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

۱۵۔ اساتذہ کرام اپنے درس کی وڈیو بنوا کر یوٹیوب پر چڑھا سکتے ہیں یا اس وڈیو کی کاپی بچوں میں تقسیم کریں تا کہ بچے لیکچر کو بار بار سُن سکیں۔

۱۶۔ خوش خطی کے مقابلے بچوں کی لکھائی نکھارنے میں مددگار ثابت ہونگے۔

۱۷۔ آن لائن کتب کا مطالعہ اور ایسی تعلیمی ایپس (Apps) استعمال کرنا جس کی مدد سے آن لائن معلومات کی ترسیل آسان ہو۔

۱۸۔ بچوں کے ساتھ ایسے کھیل کھیلنا جو ان کی دماغی صلاحیتوں میں اضافہ کریں (جیسا کہ نشانہ بازی، تیر اندازی، ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کرنے والے کھیل، ذہانت پر مبنی پہیلیاں، یا معلومات عامہ کے سوالات پر مبنی مقابلے)۔

دعوت دین میں فنون لطیفہ کا استعمال:

تعلیم کے ساتھ دعوتِ دین کا موضوع بھی منسلک ہے۔ اللہ کے دین کی طرف بلانا ایمان کے بعد سب سے افضل کام ہے داعی جتنا متحرک ہو گا، دعوت کا عمل بھی اُسی قدر متحرک ہو گا۔ داعی کا ایمان، عمل صالحہ اور علم سے متصف ہونا ضروری ہے۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں کہ ایک داعی کے لیے ایمان اور عمل صالحہ کے بعد سب سے ضروری صفت اسلامی ثقافت سے مکمل آگاہی ہے۔ اُن کے مطابق "اسلامی ثقافت وہ ہے جس کا مرجع و محور اسلام ہو، خواہ معاملہ اس کے مصادر و مراجع کا ہو یا اس کے اُصول اور بنیادوں کا یا اس سے تعلق رکھنے والے علوم کا، جو اس سے پھوٹ کر نکلے ہوں"۔ [32] چنانچہ داعی کے لیے لازم ہے کہ وہ سماجی اور معاشرتی علوم سے آگاہ ہو تاکہ لوگوں سے اُن کی سطح پر جا کر بات کر سکے۔ ان علوم کے سماج، تہذیب اور ثقافت پر اثرات مسلّم ہیں۔ ان سے واقفیت کے بغیر ان کے منفی اثرات سے محفوظ نہیں رہا جا سکتا۔ ایک داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس زبان میں دعوت دے نہ صرف اُس زبان پر مکمل عبور رکھتا ہو بلکہ اُس کے ادب پر بھی گہری نگاہ ہو۔ داعی کے پاس اس زبان کی نظم اور نثر کا اچھا ذخیرہ موجود ہونا چاہیے۔ اچھے بامقصد اشعار، بامعنی جملے، سبق آموز حکایات، خطیبوں اور دانشوروں کے اقوال اور ادبی شہ پارے داعی کی بات کی تاثیر میں کئی گنا اضافہ کرتے ہیں۔ تحریک پاکستان کے موقع پر شاعروں اور ادیبوں کی تحریروں نے ایسے انقلاب کی راہ ہموار کی، جو اسلامی سلطنت کے قیام کا باعث بنا۔ یہ ادب اور ذرائع ابلاغ کے مؤثر استعمال کی بدولت ممکن ہوا تھا۔۔ علامہ اقبال نے مسلمانوں کو اپنی شاعری کے ذریعے خوابِ غفلت سے بیدار کیا، ان میں آزادی کی لگن پیدا کی اور محض الفاظ کے ذریعے ایک نئی قوم کی تخلیق کی۔ مسلمانوں کی تاریخ ایسے کئی شعرا، خطبا اور صوفیا کرام کی مثالوں سے بھری پڑی ہے جنھوں نے اپنے الفاظ کے ذریعے لوگوں کے روحانی امراض کی تشخیص کی، ان کا علاج کیا اور انہیں صحت مند روحانی اور ذہنی زندگی کی طرف گامزن کیا۔ ایک اچھا داعی اپنے خطاب میں حکایات اور قصے کہانیوں کی چاشنی سے اُس کی تاثیر میں اضافہ کرتا ہے۔ ایک بامقصد سبق آموز، اخلاقی تحریر چاہے وہ کہانی کی شکل میں ہو، افسانے، ناول یا شاعری کی صورت میں، بڑے بڑے مدلّل مضامین سے زیادہ پُرکشش اور اثر انگیز ہوتی ہے۔ قاری ہر اچھے کردار کا اچھا اثر لیتا ہے اور منفی کردار کی بُرائی سے نفرت محسوس کرتا ہے۔ یہی کہانیاں جب ڈرامہ یا فلم کی شکل میں اُس کے سامنے

---

[32] القرضاوی، یوسف، **فکری تربیت کے اہم تقاضے**، ترجمہ و تعلیق: سلطان احمد اصلاحی، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، جون ۲۰۰۶ء)، ۲۰

عملاً پیش کی جاتی ہیں تو وہ کسی بھی قسم کی صورت حال کو سمجھنے اور مسئلے کے حل تک پہنچنے اور مشکل سے نکلنے کا ڈھنگ سیکھتا ہے اور مثبت کرداروں کے اچھے انجام اور منفی کرداروں کے بُرے انجام کا عملی مظاہرہ دیکھ لیتا ہے جو کئی تقریروں اور خطبوں پر بھاری ہے۔ قرآنِ مجید نے انبیاءؑ کے حالات قصوں کی صورت میں بار بار بیان کیے تاکہ انسان انہیں سن کر اپنے تخیلات کی دنیا میں ایک متحرک تصویر بنا کر یاد کر لے۔

موجودہ دور کے طباعتی، برقی اور سماجی ذرائع ابلاغ ان قدیم ذرائع ابلاغ کی جدید شکلیں ہیں جن کی بدولت ماضی میں مسلمانوں نے نہایت قلیل مدّت میں کرہ ارض کے بڑے حصے پر اسلام کی دعوت پہنچائی۔ حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کے ذریعے ملکہ سبا کو ایمان لانے کی دعوت دی تھی۔ عہدِ رسالت میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کی تبلیغ کے ذریعے کبوتروں کے ذریعے پیغام رسانی کی جاتی تھی۔ بعد کے ادوار میں حفاظ کرام اور محدثین کی جماعتیں اسلامی نظریات کی ترسیل کے ادارے تھے۔ پریس کی ایجاد کے بعد دینی اور اسلامی کتب کی طباعت نے تعلیم اور دعوت کے عمل کو تیز تر کر دیا اور اخبارات نے نظریات اور افکار کی تبلیغ کا وسیع میدان فراہم کیا۔ مسلمانوں نے ناول، افسانے، کہانیوں، کالموں اور شاعری کے ذریعے اسلامی افکار و نظریات کی ترویج کی۔ موجودہ دور کے مسائل سے آگاہی، اُن کی نشاندہی اور حل کے لیے تجاویز دینے میں ذرائع ابلاغ کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ عصرِ حاضر میں عوام کا بڑا طبقہ روزانہ کی بنیاد پر کسی نہ کسی ذریعہ ابلاغ کو استعمال کرتا ہے۔

اسلام نے انسان کی روحانی ضروریات کی مناسبت سے مختلف اعمال متعین کیے ہیں۔ جہاں اُسے آزادی ہے کہ وہ اپنی جسمانی توانائی کی بحالی کے لیے کھیل کود اور ورزش کو اپنائے، وہیں اُسے اجازت ہے کہ اپنی عقل و خرد کی افزائش کے لیے علم اور تخیّل و تخلیق کی آبیاری کے لیے فنونِ لطیفہ سے استفادہ کرے۔ یہ دراصل انسان کے اُسی ذوقِ جمال کی ترجمانی ہے جو اُسے فطرت نے ودیعت کیا ہے۔ انسانی فطرت کا حصّہ ہونے کی بنا پر ان فنون کا کسی شرعی مقصد سے تصادم نظر نہیں آتا اور نہ ہی قرآنِ مجید میں صراحت کے ساتھ کسی فن کی ممانعت یا حرمت کا تذکرہ موجود ہے۔ البتہ ان فنون میں مشغولیّت کے دوران شرعی حدود، اخلاقی مصالح اور مفادات کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ فنونِ لطیفہ کی اصناف فوائد کی حامل بھی ہیں اور اپنے اندر چند نقصانات بھی رکھتی ہے۔ شریعت کے اُصول کے مطابق جب کسی چیز کے فوائد اُس کے نقصانات پر غالب آ جائیں، تو اُس چیز کے استعمال میں حرج نہیں۔ شریعتِ اسلامیہ نے چند اصناف کے نقصانات پر قابو پانے اور فطری تقاضے کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے، اس تقاضے کی تکمیل کے لیے زیادہ بہترین ذریعہ فراہم کیا ہے جیسا کہ موسیقی میں سطحی اور حد سے زیادہ مشغولیّت ہیجان پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے لہٰذا اسلام میں

خوش الحانی کی صورت میں بہترین متبادل نظر آتا ہے جس کے ذریعے فطری تقاضے کی تکمیل اور مضر اثرات سے حفاظت، دونوں ممکن ہیں۔

اسلام دنیا آخرت دونوں میں کامیابی کی دُعا سکھاتا ہے۔ در حقیقت اخروی فلاح کا حصول بھی دنیاوی کامیابی میں ہے، جب دینِ حق ساری دنیا پر غالب آجائے۔ دنیاوی میدان میں برتری کا حصول ایک مؤمن کا مطمع نظر ہونا چاہیے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے سائنس، ٹیکنالوجی اور جدید علوم وفنون اپنانا نہایت ضروری ہے۔ اسلام جدید علوم وفنون سیکھ کر اور دنیا کو آخرت کی کامیابی کے لیے ایک ذریعہ بنانے کے تصوّر کے ساتھ میدانِ عمل میں اُترنے کا حکم دیتا ہے۔ لہٰذا دعوت اور تبلیغ کے میدان میں جدید طریقہ ہائے تبلیغ وتدریس اپنانا، عین اسلام ہے۔ فنونِ لطیفہ کے فروغ میں صوفیائے کرام نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ اگرچہ فقہاکرام نے موسیقی اور غناکی شرعی حیثیت کے بارے میں زیادہ شدّت اختیار کی ہے اور تمام اہل فقہ اس بات پر متفق ہیں کہ ہر وہ گانا جو فسق وفجور یا فحش الفاظ پر مشتمل ہو، اس کا سننا حرام ہے، لیکن صوفیاؒاور فقہاؒنے سماع کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ اسکی حرمت، حرمت لغیرہٖ کے درجے میں آتی ہے۔ اگر حرمت کا سبب ختم ہو جائے تو سماع بھی حرام نہیں ہے۔ لہٰذا صوفیاکرام نے موسیقی اور غناکو کثیف اور خبیث اسباب سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی اور سماع کا ایسا طریقہ دنیا کے سامنے پیش کیا جس کے ذریعے انسانوں کو انسانوں سے جوڑنے کا کام لیا گیا۔ صوفیاکرام نے دعوت اور تبلیغ میں سماع کو اس طرح استعمال کیا، کہ فحش اور فسق وفجور پر مبنی شاعری کی بجائے عارفانہ کلام، صوفیاؒ کے اقوال اور سبق آموز اخلاقی باتوں کو سُر اور لے میں ڈھال کر لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ در حقیقت سماع، رقتِ قلب کا باعث بنتا ہے جو دل کو نرم کرتا ہے اور اس کے ذریعے اُمّت کو متحد کیا جاسکتا ہے۔ ایک صدی پہلے اگر علمائے کرام یا صوفیاؒنے دعوت کے میدان میں سماع سے اُمت کو متحد کرنے اور غیر مسلموں کے قلوب کو اپنی طرف راغب کرنے کا کام لیا تو آج اس صنف کا استعمال تاثیر سے کیسے خالی ہو سکتا ہے؟

دعوت دین میں فنون لطیفہ کے استعمال کی چند صورتیں:

عصر حاضر میں میڈیا کے میدان میں ذرائع ابلاغ کی مختلف اصناف کے استعمال کی چند ممکنہ صورتیں درج ذیل ہیں:

أ۔ دعوت کے میدان میں اخبار نکالنا ایک اہم کام ہے۔ جس میں درج عنوانات کے تحت کام ہو سکتا ہے:

۱۔ درسِ قرآنِ مجید ۲۔ درسِ حدیث نبوی ﷺ

۳۔ دعوتی موضوعات اور علمی بحوث پر کالم شائع کرنا

۴۔ دعوتی پروگرامات کے اشتہارات ۵۔ دعوتی پروگرامات کی خبریں

۶۔ تفسیر قرآن کی قسط وار اشاعت ۷۔ اسلامی و دعوتی کتب کی قسط وار اشاعت

۸۔ روز مرّہ مسائل پر مبنی سوالات کے جوابات ۹۔ آدابِ زندگی سے متعلق مضامین

۱۰۔ حالاتِ حاضرہ سے آگاہی ۱۱۔ بین المذاہب مسائل کے تناظر میں اسلام کی درست تصویر کشی

۱۲۔ سبق آموز کہانیاں، ناول، افسانے، بچوں کی کہانیاں، نظمیں، غزلیں، ملّی نغمے، ترانے، عارفانہ کلام کی اشاعت

ب. سماجی ذرائع ابلاغ کو دعوت کے کام میں بخوبی استعمال کیا جاسکتا ہے:

۱۔ ویب سائٹ پر دینی موضوعات پر آڈیو / وڈیو لیکچرز دینا

۲۔ واٹس ایپ پر دعوت کے لیے گروپ بنانا اور علمی، دینی اور دعوتی کالم بھیجنا

۳۔ ٹوئٹر اکاؤنٹ بنانا اور علمی، دینی اور دعوتی پیغامات بھیجنا

۴۔ فیس بک پر صفحہ (Page) بنانا اور علمی، دینی اور دعوتی پیغامات ڈالنا

۵۔ یوٹیوب پر چینل بنانا اور دروس اور علمی، دینی اور دعوتی لیکچرز ڈالنا

ج. ریڈیو / ٹیلی ویژن کو دعوت کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے:

۱۔ دروس اور علمی، دینی اور دعوتی آڈیو / وڈیو لیکچرز

۲۔ مذہبی پروگرامات نشر کرنا اور دُنیا بھر میں ہونے والے مذہبی اور دعوتی کانفرنسز و سیمینارز ریکارڈ کرنا اور انہیں نشر کرنا

۳۔ تاریخی و دستاویزی فلمیں بنانا اور نشر کرنا

۴۔ مشاہیر کی دستاویزی فلمیں، سبق آموز، اخلاقی اور تاریخی نوعیّت کے ڈرامے اور فلمیں نشر کرنا

۵۔ بچوں کے لیے سبق آموز اسلامی اور معاشرتی کہانیاں، ڈراموں کی صورت میں پیش کرنا

۶۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر نعت اور قرأت کے لیے مخصوص پروگرامات

۷۔ ملی نغمے، جہادی ترانے، عارفانہ کلام، بچوں کی نظمیں، کلامِ اقبالؒ کی صورت میں موسیقی کے پروگرامات

۸۔ صحت عامہ پر مبنی پروگرامات

فنون لطیفہ کے استعمال کے اُصول وضوابط:

یہ امر تحقیق طلب ہے کہ فُنونِ لطیفہ کی جدید صورتیں کن اُصول وضوابط اور حُدود کے اندر رہ کر اسلامی تعلیم ودعوتِ دین کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے۔ عصرِ حاضر میں فنون لطیفہ کی کئی اصناف مغرب کے غلبے کی وجہ سے مسلمانوں کے اذہان میں متنازع ہو چکیں ہیں اور مغرب کی اندھی تقلید نے ان میں کئی خرابیاں پیدا کر دی ہیں۔ موسیقی، ڈرامہ، فلم، جیسی اصناف مغرب کے رنگ میں ڈھل کر اس قدر بدنام ہو چکی ہیں کہ اسلامی دعوت میں ان کے استعمال کا تصوّر محال سمجھا جارہا ہے۔ شاعری کی صنف میں اگر فحش اور لغو کلام پیش کیا جائے تو کوئی بھی دیندار آدمی اس لازماً سے گھن محسوس کرے گا لیکن شستہ کلام اپنے سننے والے کو لازماً بھلا محسوس ہو گا۔ یہی حال باقی اصناف کا بھی ہے۔ در اصل شریعت اسلامیہ میں فنون لطیفہ کی تمام اصناف بلا اختلاف جائز ہیں۔ شعر وادب کی تمام اصناف اور ذرائع ابلاغ کی تمام جدید صورتیں دعوت اور تبلیغ میں نہایت مؤثر سمجھی جاتی ہیں۔ البتہ فن مصوری، فن موسیقی، رقص اور ڈرامہ قدرے مختلف فیہ فنون ہیں۔ معتدل رائے یہ ہے کہ مصوری فی نفسہٖ مذموم نہیں بلکہ ایسی تصاویر جو اللہ کی کاریگری کو چیلنج کریں یا جن کا مقصد عبادت، تعظیم اور تکریم ہو یا وہ معاشرے میں فحاشی کا باعث بنے، حرام ہیں۔ کیمرے سے لی گئی تصویر عام تصویر سے مختلف ہونے کی بنا پر اصلاً مباح ہے اور تمدّنی، معاشی اور معاشرتی ضروریات کے تحت عکس بندی کی بالاتفاق اجازت ہے۔ قرآنِ مجید میں موسیقی اور اس کے متعلقات کی حرمت واضح طور پر بیان نہیں کی گئی لہٰذا ان کی حرمت بھی حرمت لغیرہٖ کے درجے میں اور اس کا انحصار نیّت اور طریقہء استعمال پر ہو گا۔ جو غناً یادِ خدا سے غافل کر کے غلط راستے پر لے جائے وہ حرام ہے۔ یہی حکم ڈرامہ، فلم اور اس نوع دیگر اصناف کے متعلق ہے۔ اگر انسان فنون کو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کر دے تو عبادت ہیں، اگر حدود میں رہ کر ان سے لطف اُٹھائے تو مباح ہیں اور حد سے تجاوز کر کے شیطان کی اطاعت میں لگ جائے تو حرام ہیں۔[33] مختلف تحقیقات کے نتائج واضح طور پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ عملی اور بصری

---

[33] مزید تفصیل کے لیے دیکھیے۔ پالوی، عطاءاللہ، قرآن اور فنونِ لطیفہ، (دوست ایسوسی ایٹس، ۱۹۹۹ء)

القرضاوی، **یوسف، اسلام میں حلال و حرام**، ترجمہ: شمس پیرزادہ، (کراچی: اشاعت الاسلام)؛ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، (لاہور: دانش گاہ پنجاب، س۔ن)

برق، غلام جیلانی، **یورپ پر اسلام کے احسان**، الفیصل، (لاہور: ناشران و تاجران کتب، اردو بازار، ۲۰۱۱ء)

صدیقی، نجات اللہ، **اسلام اور فنون لطیفہ**، مشمولہ: اسلام اور فنون لطیفہ، **مجموعہ مضامین**، (ہند، دہلی: ادارہ ادب اسلامی، ہند، ۲۰۱۲ء)

غزالیؒ، امام محمد، **احیاء العلوم**، مترجم: فیض احمد اویسی، (لاہور: شبیر برادرز، اردو بازار ۱۹۹۷ء)

فنون تعلیمی میدان میں مثبت اثرات کے حامل ہیں۔ اگرچہ سوشل میڈیا میں حد درجہ مشغولیّت منفی اثرات رکھتی ہے اور موسیقی اور رقص کی مغربی صورتیں ہمارے مذہب اور اقدار سے مطابقت نہیں رکھتیں لیکن چند اُصول وضوابط کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے تعلیم کے میدان میں ان کا ایسا استعمال ممکن ہے جو اپنے مثبت مقاصد کو بھی پورا کرے اور اسلامی اقدار وروایات کی پاسداری بھی کر سکے۔ لہٰذا فنونِ لطیفہ کی اصناف کے استعمال میں حسبِ ذیل اُصول وضوابط کو مدِّ نظر رکھا جائے تو دعوت اور تبلیغ کا اصل مقصد بخوبی پورا ہو جائے گا۔

۱۔ کوئی بھی تحریر عموماً اور خبر خصوصاً مستند مواد پر مبنی ہو۔ خبر میں تصویر کے دونوں رخ دکھائے جائیں، اشخاص، جگہ، تاریخ اور اقوال درست ہوں، خبر شائع کرنے کا مقصد مفادِ عامّہ کے حق میں ہو اور خبر لانے والے میں غلطی کی اصلاح اور تنقید برداشت کرنے کا حوصلہ ہو۔

۲۔ کسی خبر یا پروگرام میں بیان کی گئی احادیث اور فقہاء کی آراء مستند ہوں۔

۳۔ مواد پر کسی فرقے کی چھاپ نہ ہو اور یہ مذہبی فرقہ وارانہ تعصب سے بالاتر ہو۔

۴۔ مواد فحاشی، عریانی، فسق وفجور، شرک اور گناہوں کی تشہیر سے یکسر مبرّا ہو۔

۵۔ مواد میں استعمال کی گئی زبان شائستہ اور مہذب ہو۔

۶۔ پروگرامات اسلام کے عفّت وعصمت اور پردے کے اصولوں کے مطابق ہوں۔

۷۔ کام کا ماحول تخلیقی ہو اور ہر فرد کا باہمی احترام کیا جائے، کسی قسم کا تشدّد، جنسی ہراسگی، نسلی یا لسانی کسی بھی قسم کی غنڈہ گردی نہ کی جائے (اس قسم کی صورت حال عموماً سماجی ذرائع ابلاغ کے میدان میں دیکھی جاتی ہے جس کا ماحول اور مواد دونوں پر نہایت منفی اثر پڑتا ہے)۔

۸۔ تمام حساس نوعیّت کا مواد احتیاط اور مشاورت کے بعد پیش کیا جائے جو ہمارے قومی اور تہذیبی اقدار وروایات کے خلاف نہ ہو۔ پاکستان میں کسی چینل کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ پمرا قوانین کی پابندی کی جائے اور سماجی ذرائع ابلاغ کو استعمال کرنے میں بھی حد درجہ احتیاط کی جائے۔ کسی بھی قسم کی غلط سرگرمی کی صورت میں سائبر کرائم بل لاگو ہو سکتا ہے۔

Diversion and Arts in Islam , (ترجمہ: اللهو والفنون فی الاسلام) Al-Qardavi, Yousuf, Dr, Translated by: Rawah El Khatib, Publication and Distribution, Islamic Inc ,

Syed Hussain Nasar, Islamic Art and Spirtuality, State University of New York, (New York: Press, State University Plaza).

خلاصہ البحث:

فنون لطیفہ انسانی صحت، تعلیم، اخلاق اور معاشرے پر نہایت دیرپا اثر رکھتے ہیں۔ تعلیم وتربیت کے میدان میں ان فنون کی اثر آفرینی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ چند منفی اثرات کے باوجود ان کے مثبت اثرات اس قدر واضح ہیں کہ عصرِ حاضر میں تعلیم ودعوت کے میدان میں ان کو نت نئے طریقوں سے اپنایا جارہا ہے۔ ادب، طباعتی، برقی اور سماجی ذرائع ابلاغ، موسیقی اور عملی فنون کی کئی اصناف تعلیمی میدان میں بخوبی استعمال ہو رہی ہیں۔ دعوتِ دین میں ان ذرائع ابلاغ اور دیگر فنون کا استعمال نہ صرف نئے دور کا سب سے اہم تقاضہ ہے بلکہ دعوت کے عمل کو زیادہ تیز اور مؤثر بناتا ہے۔ قدیم طریقہ ہائے تبلیغ کی نسبت اِن کے ذریعے نہ صرف بات بہ آسانی سمجھی جاتی ہے بلکہ اس کا اثر بھی دیرپا ہوتا ہے۔ نئی نسل کی ذہنی وتخلیقی ضروریات کے پیش نظر اور اسلام کی درست تصویر کشی کے لیے ان فنون کو تعلیم اور دعوت کے میدان میں استعمال کرنالازمی ہے۔ مخصوص تعلیمی نظام کی پیداوار کے دعوتِ دین سے منسلک ہونے کی بناء پر معاشرہ جمود وتقلید کا شکار ہو گیا ہے جس میں سوال اُٹھانا، مکالمہ کرنا اور شکوک وشبہات پر بحث کرنا ایک طرح سے مذموم سمجھا جارہا ہے۔ اس بنا پر عام آدمی دعوتِ دین سے جُڑنے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہے حالانکہ وہ اپنی ذاتی صلاحیتوں اور استعداد کی بدولت گراں قدر دینی خدمات انجام دے سکتا ہے۔ ان کی کردار سازی اور اُن کی ذہنی اُلجھنیں سُلجھانا ادعیاءِ دین کی ذمہ داری ہے۔

تجاویز اور سفارشات:

۱۔ فنونِ لطیفہ کی حلّت وحرمت کے موضوع پر نوجوان نسل کے اذہان میں پیدا ہونے والے سوالات کے جوابات کے لیے آزادانہ مکالمے کی شدید ضرورت ہے تاکہ کسی کو یہ گُمان نہ ہو کہ مذہب ان سوالات کے جوابات دینے سے قاصر ہے۔ خیالات پر بندش لگائے بغیر فن کے حُسن وقبح اور مفید یا غیر مفید کے دائرے کی تعیین پر بحث کی جائے نہ کہ فی الاصل کسی فن کو سِرے سے ہی غلط قرار دے دیا جائے تاکہ وہ ان کے استعمال کی حدود وقیود جان کر ان میں مشغول ہوں۔

۲۔ دعوتِ دین کے وسیع تر ابلاغ کے لیے ہر شعبہءزندگی کے افراد کو وسعتِ نظر کے ساتھ اس میدان میں اُترنا چاہیے تاکہ معتدل دعوتی ماحول پیدا ہو جو جمود کو توڑے اور زمانے کی بدلتی ہوئی ضروریات کے پیشِ نظر مکالمہ اور اجتہاد کو فروغ حاصل ہو۔

۳۔ تعلیم کے میدان میں نصاب سازی کے وقت تعلیم وتربیّت دونوں مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے طلبہ کی

ضروریات کے مطابق نصاب مرتب کیا جائے۔ اساتذہ ء کرام اور ادعیائے دین کی جدید خطوط پر تربیّت سازی کی جائے۔ اساتذہ ء کرام کو نفسِ مضمون کے ساتھ جدید طریقہ ہائے تدریس پر عُبور ہو اور تعلیم میں فنونِ لطیفہ کے استعمال کے طریقوں پر مہارت حاصل ہو۔ بعینہٖ داعی ءدین بھی میڈیا اور دیگر تمام ذرائع اور اُن کے استعمال سے مکمل آگاہ ہو جنہیں وہ دعوت کے میدان میں استعمال کر سکے۔

۴۔ طلبہ کو عملی مشق، گروہی طریقہ ء تعلیم اور جسمانی سرگرمیوں پر مبنی عملی کام کے ذریعے سیکھنے کا آزانہ ماحول فراہم کیا جائے۔ حکومتِ وقت کی ذمّہ داری ہے کہ وہ کُتب، طریقہ ء تدریس کی امدادی اشیأ اور فنون لطیفہ کی سمعی و بصری اعانتیں ارزاں نرخوں پر فراہم کرے۔

۵۔ حکومت اور مجاز اداروں کی ذمّہ داری ہے کہ وہ اخبارات یا دیگر برقی و سماجی ذرائع ابلاغ پر کسی بھی قسم کے غلط یا مفادِ عامہ کے لیے مضر مواد کو شائع یا نشر نہ ہونے دے تاکہ کوئی بھی غیر مستند بات عوام کی لاعلمی میں اُن کے سامنے نہ آئے۔

۶۔ ان فنون کے دعوت دین میں استعمال میں اسلامی اصول وضوابط کی پیروی لازمی ہے، تاکہ بنیادی اسلامی عقائد پر زد نہ پڑے۔ اسلام کے کسی صریح حکم، اس کے تصور حیاء وعصمت، اسلامی شریعت کے کسی اُصول اور قاعدے کی خلاف ورزی نہ ہو۔ کسی شرعی حدود سے تجاوز نہ کیا جائے۔ کسی طبقے کی دل آزاری نہ ہو۔ وقت وسائل اور توانائی کا زیاں نہ ہو۔ فن برائے مقصد کی ترویج کی جائے۔ فنی محاسن اور فنی مقصدیت دونوں کا احسن مرکب ہی اسلامی تعلیم اور دعوتِ دین کے میدان میں مؤثر ثابت ہو سکتا ہے۔